بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اسلامی بینکاری کے بارے میں اسلام کا پیمانہ

حمد طیب۔ بیت المقدس

عصر حاضر میں مسلمانوں کی زندگی میں بعض مغربی اصطلاحات وعبارات مشہور ہوگئی ہیں۔ ان کی ظاہری شکل کو عام مسلمانوں کے نزدیک قبولیت دلوانے کیلئے ان کو اسلامی لبادہ پہنایا گیا تاکہ ان اصطلاحات کو ان کی زندگیوں، ان کے معاملات اور ان کے عمومی اور نجی تعلقات میں شرف قبولیت حاصل ہو جائے۔ اس کے علاوہ عصر حاضر کے بعض مفتی حضرات کی طرف سے ان کے حق میں فتاویٰ کے ذریعے انھیں خوشنما کیا گیا تاکہ لوگوں کا اس پر اعتماد بڑھ جائے اور اطمینان سے ان کے ساتھ لین دین یا ان کے ساتھ شامل ہو سکیں۔

اسلامک بینک، اسلامک سٹاک ایکسچینج، اسلامک جائنٹ سٹاک کمپنیاں اور اسلامی جمہوریت بھی انہی اصطلاحات میں سے ہیں۔

منظر عام پر آنے والے ان اصطلاحات میں سے خطرناک ترین اصطلاح "اسلامی بینکاری" کی ہے۔ ان بینکوں کی حقیقت کیا ہے، ان کے قیام کے حقیقی اہداف کیا ہیں اور کیا یہ صحیح ہے جیسا کہ ان بینکوں کو چلانے والوں کو دعویٰ ہے کہ ان کی بنیاد اسلامی احکامات پر رکھی گئی ہے؟ ان سب کے متعلق جاننے کی ضرورت ہے۔

ان بینکوں کی حقیقت کو بیان کرنے، ان کی تاسیس (قیام) اور ان کے معاملات کے بارے میں اسلام کا حکم واضح کرنے سے پہلے ہم چاہتے ہیں کہ راہِ راست کے بارے میں آگاہی حاصل کریں یعنی مالی معاملات کے عمومی شرعی احکامات کیا ہیں۔ جیسا کہ ہم جانتے ہیں کہ اسلام نے مالی معاملات سے متعلق شرعی احکامات کو واضح کر کے بیان کیا ہے چاہے یہ احکامات اموال کے امور نمٹانے والے اداروں سے متعلق ہوں یا معاشرے کے افراد کے درمیان ہونے والے لین دین کے بارے میں ہوں۔ ان معاملات میں سے جو مال کے امور اور کام کاج کے متعدد پہلوؤں پر مشتمل ہوتے ہیں وہ یہ ہیں: کرنسی کے تبادلے (ایکس چینج) کے معاملات، قرض کے معاملات، خرید وفروخت اور اجارہ (leases) کے تمام معاملات، شرکت (companies)، ہبہ (gifts)، تبرعات (donations) گروی رکھنے (mortgages) اور امانت (deposits) کے معاملات۔

شریعت میں مال سے متعلق ان تمام شرعی معاملات کی نہایت باریکی سے تفصیلات بیان کی گئی ہیں اوران جیسے امور کے تمام جزئیات کے بارے میں شرعی احکامات پر بحث کی گئی ہے، ان کے بارے میں مقررہ خط مستقیم سے اُترنے والے غلط اور فاسد طریقوں کو واضح کیا گیا ہے چنانچہ یہ احکامات ایک مسلمان کے رویے کو اس طور پر ڈھالتے ہیں کہ وہ اپنے تمام معاملات میں شرع کے مقرر کردہ حدود کے اندر رہتے ہوئے مال حلال کما سکے اور وہ ان سرمایہ دارانہ معاملات سے دور رہے جن کے اندر لین دین کے طریقے میں غلطی واقع ہوتی ہے اور جو کئی دروازوں سے رِبا (سود) کے اندر لے جانے والے ہیں۔

وہ متقی مسلمان جو اللہ عزوجل کی رضاوخوشنودی کا طلب گار ہو، اسے حلال کمائی کی فکر لگی رہتی ہے اور مالی معاملات میں باریکی کی تلاش و جستجو میں رہتا ہے۔ اس کے لئے شرعی طور پر اصل تو یہ ہے کہ وہ اپنے لین دین میں اسلام کا حکم معلوم کرے اور اپنے معاملے کو صحیح شرعی اصولوں پر استوار کرے نہ کہ وہ ان مغربی اصطلاحات کی بات کرے جن کی بنیاد اللہ عزوجل کے تقویٰ کے علاوہ پر رکھی گئی ہے اور پھر ان کے اور اسلام کے درمیان مطابقت پیدا کرنے کی کوشش کرے۔ یہ طریقہ اپنے اصول اور فروع ہی میں صحتمند نہیں کیونکہ اس کی اصل ہی فاسد اور خبیث ہے اور اس کا ثمر بھی فساد اور خباثت ہی ہوتا ہے۔

اسلامی بینکاری کی حقیقت کو دیکھتے ہوئے پتہ چلتا ہے کہ یہ نام مسلمانوں کی تہذیب میں سے ہے نہ ہی یہ ان کے طرز زندگی میں سے پھوٹتا ہے اور نہ ہی ان شرعی اصولوں میں سے نکلتا ہے جو مال اور کام کاج کے امور سے متعلق ہیں۔

مغربی اصطلاح میں لفظ "بینک" کا معنی اور حقیقت "ایک سودی ادارہ "ہے ،جبکہ" اسلامی" اور "بینک" کے لفظوں کے درمیان کوئی واقعاتی یا مفہومی یگانگت نہیں پائی جاتی۔ لوگوں کی نظروں میں اس تصور کو خوشنما بنانے اور اس تصور اور مسلمانوں کے درمیان موجود رکاوٹوں کو توڑنے کیلئے اسلام اور بینک کے درمیان امتزاج پیدا کرنے کا عمل ایک گمراہ کن کاروائی ہے جسے قبول کرنے کیلئے مسلمان اس لئے تیار نہیں کیونکہ صریح آیات اس کو جرم عظیم قرار دیتی ہیں ، اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں **يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ وَذَرُوا مَا بَقِيَ مِنَ الرِّبَا إِنْ كُنْتُمْ مُؤْمِنِينَ (278) فَإِنْ لَمْ تَفْعَلُوا فَأْذَنُوا بِحَرْبٍ مِنَ اللَّهِ وَرَسُولِهِ وَإِنْ تُبْتُمْ فَلَكُمْ رُءُوسُ أَمْوَالِكُمْ لَا تَظْلِمُونَ وَلَا تُظْلَمُونَ** "اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو اور جو سود باقی رہ گیا ہے وہ چھوڑ دو اگر تم سچ مچ ایمان والے ہو۔ اور

اگر ایسا نہیں کرتے تو اللہ سے اور اس کے رسول سے لڑنے کے لیے تیار ہو جاؤ۔ ہاں اگر توبہ کر لو تو تمھارا اصل مال تمھارا ہی ہے۔ نہ تم ظلم کرو نہ تم پر ظلم کیا جائے" (البقرہ: 278-279)۔ مغربی نظاموں میں سود اور بینک کا تصور دراصل معاشی آزادیوں کی فکر سے پھوٹا ہے یعنی ملکیت اور اثاثوں میں اضافے کی آزادی کے تصور اور مکمل آزادی کے ساتھ ان ملکیتوں کے اندر لین دین اور ان سے فائدہ حاصل کرنے کی فکرہ سے۔ لہٰذا ایک مغربی شخص کے نزدیک اپنے اموال کو سودی طریقے سے بڑھانے سے کوئی شے مانع ہے اور نہ ہی اس کے نزدیک سودی تصور پر قائم اداروں کے قیام سے کوئی شے مانع ہے کیونکہ اس کے نزدیک یہی اقتصادی آزادی ہے۔ جہاں تک اسلام کا تعلق ہے تو اس میں اس قسم کے بیمار تصورات پر مبنی آزادی نہیں ملتی۔

اس لفظ کو اسلامی جامہ پہنانے سے یہ ہرگز اسلامی نہیں بنے گا، کیونکہ یہ اپنے اصل جوہر اور ابتدا سے ہی فاسد ہے۔ یہ تو ان معاملات کے علاوہ ہے جو ان بینکوں کے اندر کئے جاتے ہیں وہ یا تو سودی ہوتے ہیں یا پھر دوسرے فاسد معاملات ہی ہوتے ہیں۔

حقیقت یہ ہے کہ نام نہاد اسلامی بینک کئی احکامات میں اسلام کے خلاف ہیں، تاہم ہم مندرجہ ذیل امور میں اس کو بیان کرتے ہیں۔

1۔ اس کی تاسیس (اجراء) کا طریقہ کار
2۔ داخلی معاملات
3۔ خارجی معاملات
4۔ معاصر علماء کے اقوال اور فتاویٰ جو ان بینکوں اور ان کے ساتھ لین دین کرنے کے متعلق ہیں۔

جہاں تک اول الذکر پہلو کا تعلق ہے، تو اسلامی بینکوں کا تاسیسی طریقہ کار سرمایہ دارانہ جوائنٹ سٹاک کمپنی Joint Stocks Companies کے تصور پر قائم ہے جبکہ یہ کمپنیاں جیسا کہ ہم جانتے ہیں اسلام میں کمپنی کی تشکیل کے شرعی طریقہ کار کے مخالف ہیں کیونکہ یہ کمپنیاں اموال میں ایسی پارٹنرشپ سے عبارت ہیں جو جسمانی عنصر (بدن) سے خالی ہوتی ہے اور اس کمپنی میں شیئر ہولڈرز کی بھی کوئی تمیز نہیں ہوتی اور نہ ہی دوسرے شئیر ہولڈرز کو ان کے بارے میں کچھ علم ہوتا ہے۔ جہاں تک ان کمپنیوں کے کنٹرول کا تعلق ہے تو اس کو کمپنی کی تاسیسی کمیٹی سرانجام دیتی ہے۔ کمپنی کی قراردادوں میں شئیر ہولڈر کا وزن اور اختیار ان کے نام سے موجود سرمایہ کے بقدر ہی ہوتا ہے اس سے زیادہ نہیں۔

جہاں تک اس کمپنی کے سرمایہ اوران کے کام کا تعلق ہے جو مستقبل میں یہ کمپنی سر انجام دینے والی ہوتی ہے توان کی بھی کوئی حد نہیں ہوتی اور یہ نئے شیئر ہولڈرز کی تعداد اور تاسیسی کمیٹی کی قراردادوں کے سپرد ہوتے ہیں۔ تو یہ کبھی شیئر ہولڈرز یاڈپازیٹرز کے ڈپازٹس کو قبول کرتی ہے، کبھی سودی بینکوں اور کبھی جوائنٹ سٹاک ایکس چینج سے قرضہ لیتی ہے اور کبھی دوسری کمپنیوں سے سود در سود پر قرضہ لیتی ہے۔ اس طرح اس کا سرمایہ باضابطہ نہیں ہوتا نہ ہی یہ اس طرح مشہورومعروف ہوتا ہے جس سے اس سرمائے کے متعلق لاعلمی یاشبہ دور ہو جائے۔

یہ بات اسلامی بینکوں کے نام سے موسوم ان اداروں کی تاسیس کے طریقہ کار کے متعلق تھی، جہاں تک ان کے کام کا تعلق ہے تو اس کے دو قسمیں ہیں:

پہلی: بینک کی اپنے کسٹمر کے ساتھ ڈیلنگ۔

دوسری: بینک کا دیگر تنظیموں اور مالیاتی اداروں سے لین دین، جیسے بینک، سٹاک ایکس چینج اور دوسری کمپنیاں۔

باقی رہے ان کے داخلی امور تو یہ بہت زیادہ ہیں تاہم ان میں نمایاں ترین یہ ہیں: خرید وفروخت، قرضوں کی فراہمی، شراکت (پارٹنر شپ)، سرمایہ کو استعمال میں لانے کیلئے ڈیپازٹس، انعامی سکیموں اور انشورنس کی تمام اقسام۔

جہاں تک بینک کے ذریعے یا براہ راست خرید وفروخت کا تعلق ہے تو یہ سب کے سب باطل معاملات ہیں خواہ ان معاملات کو بیع للآمر بالشراء (خریداری کا آرڈر دینے والے کو فروخت کرنے) کا نام دیا جائے یا اس کو مرابحہ وغیرہ کا نام دیا جائے اور خواہ ان جیسے معاملات کو شریعت کا جامہ پہنانے کیلئے فتوے صادر کئے جائیں۔

لہٰذا اسلامی بینکوں کے ذریعے کی جانے والی بیع میں درست بیع کے شرائط وضوابط اور بنیادی عناصر نہیں پائے جاتے یعنی بائع یا مشتری کی طرف سے ایجاب (offer) اوران دونوں میں سے کسی ایک کی طرف سے قبول (acceptance)۔ نیز یہ بھی شرط ہے کہ جس چیز پر لین دین ہو رہی ہو وہ شرعاً جائز ہو، نیز اس معاملہ میں تمام شرعی شرائط موجود ہوں۔

پس وہ خرید و فروخت جو اسلامی بینک کی طرف سے کی جاتی ہے اس میں صحیح طور پر ایجاب وقبول نہیں پائے جاتے کیونکہ یہ ابتداء ہی میں لین دین کرنے والی فرضی شخص (legal body) کی طرف سے کیاجاتا ہے کسی شخصِ حقیقی یااس کے وکیل کی طرف سے نہیں کیا جاتا ہے۔ مزید یہ سامان کو پیش کرنے پر منحصر ہوتا ہے یا یہ فروخت کرنے کا محض ایک وعدہ ہوتا ہے۔ نیز باوجودیکہ بینک لین دین کرچکا ہوتا ہے اوراس کی تحریری یاداشتوں اوراس پر گواہی اور معاملے کو قلمبند کرنے وغیرہ کی ساری کاروائی بھی مکمل ہوجاتی ہے پھر بھی کوئی صحیح معاملہ وجود میں نہیں آتا، کیونکہ سامان بینک کی ملکیت میں نہیں ہوتا، جس کے نتیجے میں ایجاب وقبول ایک نامعلوم اورناپید شے کے اوپر ہوجاتا ہے، جو کہ ظاہر ہے عقد (سودے) کے شرائط کے خلاف ہے۔

بینک کے ذریعے خریداری کرنے کی صورت یہ ہوتی ہے کہ خریدار بینک کے پاس جاکر اپنے مطلوبہ سامان کے بارے میں بتاتا ہے، پھر خریداری کے معاملے پر دستخط کی جاتی ہے اور سامان کی قیمت متعین کی جاتی ہے، اس طرح بیع کی تمام قانونی کاروائیاں مکمل کی جاتی ہیں، جبکہ سامان بینک کی ملکیت میں نہیں ہوتا، بینک ان ساری کاروائیوں کے بعد ہی خریدار کی طلب کی بناپر سامان خریدتا ہے، یہ سارا پس منظر اس معاملے کو شرعی طور پر اصلاً باطل کردیتا ہے، کیونکہ خریدار اور بینک نے ایک ایسی شے پر لین دین کی ہے، جو بینک کے قبضہ میں سرے سے موجود نہیں۔

جہاں تک خریداری اوراس سے ملحقہ کاروائیوں کا تعلق ہے تووہ بھی باطل اور ناجائز ہوتے ہیں، کیونکہ خریدار buyer کو بینک کے پاس کچھ گروی رکھنا پڑتا ہے، کہ وہ اپنے خریدے ہوئے سامان سے متعلق کسی بھی قسم کی لین دین کا اس وقت مجاز نہیں ہوتا جب تک کہ ساری اقساط کی ادائیگی مکمل نہیں ہوجاتی۔ یقینا مبیع (فروخت شدہ آئیٹم) کی ملکیت حاصل کرنے میں یہ ایک بڑا خلل ہے، یہ ایک ایسا شرط ہے جو عقد (سودے) کی ذات میں داخل ہے جس کی وجہ سے یہ عقد، ملکیت کے فائدے اور مملوکہ شے کے اندر تصرف کی اجازت سے خالی ہوجاتا ہے، جو کہ شرعاً باطل ہے۔

بینک ایک اور شرط بھی لگاتا ہے جو عقد (سودے) کے اندر داخل ہوتی ہے، اور یہ عمل بھی باطل ہے کیونکہ اس کی وجہ سے ایک عقد ایک ہی وقت میں دو یازیادہ عقد بن جاتے ہیں؛ اور وہ یہ کہ مقررہ وقت پر قسطوں کی ادائیگی کے قابل نہ رہنے کی صورت میں قیمت میں اضافہ کیاجائے گا یا بینک سامان واپس لے لے

گا،اسی لئے گروی رکھوایا جاتا ہے۔ یہ سب کچھ اجمالاً اور تفصیلاً خرید وفروخت کے معاملات میں شرعاً ممنوع ہے۔

بیع کا معاملہ جب مکمل ہو جاتا ہے، تواس میں کسی قسم کی تبدیلی ناجائز ہوتی ہے۔ اگر یہ ایک سال کیلئے ہے تو یہ ایک سال کیلئے ہی ہے اور اگر یہ ایک مہینہ کیلئے ہے تو یہ ایک مہینہ کیلئے ہی ہے یہ کہنا کہ یہ سامان ایک سال تک تو بیس روپے کا ہے اور اگر ادائیگی میں تاخیر ہو جاتی ہے تو ہر ایک مہینہ کے بدلے دس روپے زائد لئے جائیں گے یہ باطل ہے کیونکہ اس طرح یہ ایک سے زیادہ عقد بن جاتے ہیں اور یہ معلوم نہیں کہ (اگر وہ قابل نہیں ہو گا تو یہ کب ہو گا اور) دوسرا عقد کب اور سامان کی قیمت کیا ہو گی۔ اللہ تعالیٰ نے ادائیگی سے عاجز شخص کو حق دیا ہوا ہے: **وَإِنْ كَانَ ذُو عُسْرَةٍ فَنَظِرَةٌ إِلَى مَيْسَرَةٍ وَأَنْ تَصَدَّقُوا خَيْرٌ لَكُمْ إِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُونَ** "اور اگر کوئی تنگی میں ہو تو اسے آسانی تک مہلت دینی چاہیے اور صدقہ کرو تو تمھارے لئے بہت ہی بہتر ہے اگر تم میں علم ہو" (البقرۃ:280)۔ یہ نہیں کہ تاخیر ہو جانے پر قیمت بڑھادی جائے۔

عقدِ مرابحہ کا صحیح معاملہ وہ ہوتا ہے کہ خریداری کے خواہشمند اور بیچنے والے تاجر کے درمیان معاہدہ طے پائے پھر خریدنے کے خواہشمند کی طرف سے مخصوص سامان کے بارے میں تاجر کو آرڈر دیا جاتا ہے اور ان دونوں کے درمیان سامان کے بیچنے اور لینے پر معاہدہ طے پاتا ہے اور یہ تب ہوتا ہے جب کہ تاجر سامان کا مکمل طور پر مالک ہوتا ہے اور وہ طرفین کے درمیان طے پائے جانے والے مقررہ نفع کے ساتھ سامان کی ملکیت دینے کا ذمہ دار ہوتا ہے۔

پس ان نام نہاد اسلامی بینکوں کے اندر اس عقد میں شرعی ضوابط موجود نہیں ہوتے ہیں۔یعنی

1۔ خریداری کے خواہشمند (یعنی آرڈر دینے والے) اور تاجر کی موجودگی۔

2۔ آرڈر دینے والے کی طرف سے سامان کی تفصیل۔

3۔ آرڈر دینے والے کی طرف سے تاجر کے ساتھ متعین مالیت کا منافع دینے کا وعدہ، یہ صرف وعدہ ہوتا ہے، اس کو عقد کا انعقاد نہیں کہا جائے گا۔

4۔ کسی بھی قسم کی ڈیلنگ سے پہلے تاجر سامان کا مکمل طور پر مالک ہو۔

5۔ آرڈر دینے والے اور تاجر کے درمیان لین دین اس کے بعد ہونا چاہئے جب تاجر مکمل طور پر سامان کا مالک ہو اور اس کے قبضے میں ہو۔ یہ بھی ضروری ہے کہ یہ عقد تمام شرعی شرائط پر پورا اترے کہ اس میں ثمن (دام) مجہول نہیں ہو گا، ادائیگی کی مدت مقرر ہو گی اس طور پر کہ اسی عقد کی طے شدہ میعاد میں دوبارہ کوئی مدت مقرر نہ کی جا سکے۔

6۔ یہ شرط ہے کہ خریدنے والا خریداری ہو جانے کے بعد سامان کا مکمل طور پر مالک ہو جائے اور وہ اس سامان کے اندر مالک کی طرح تصرف (Dispose) کر سکے اور اسی کو گروی رکھنا جائز نہیں، نہ ہی خریداری کے لین دین کے علاوہ اس کے ساتھ اس کی ملکیت کیلئے شرائط لگائی جائیں گی۔

7۔ جب ادائیگی کیلئے مقررہ میعاد سے زیادہ وقت گزرے تو قیمت میں اضافہ کرنا جائز نہیں کیونکہ یہ پہلے معاہدے سے مختلف ایک نیا معاہدہ بن جائے گا چنانچہ یہ کہنا جائز نہیں کہ اس سامان کی قیمت چھ مہینے تک تو دس دینار ہے اور جب وقت زیادہ گزر جائے تو ہر مہینے کے بدلے ایک دینار ہو گا یہ بیع کے لین دین کے مخالف ہے اور اس طرح کا معاملہ عقدِ واحد میں عقدین (یعنی ایک ہی وقت میں دو معاملے) سمجھا جاتا ہے جو تمام فقہاء کے نزدیک باطل ہے۔

المَعَايِيرُالشَّرعِيَّةُ، جسے (ہيئةُ المُحَاسَبَةِ وَالمُرَاجَعَاتِ لِلمُؤَسَّسَاتِ المَالِيَّةِالِاسلَامِيَّةِ، اسلامی مالیاتی اداروں کی اکاونٹنگ اور نظر ثانی revisions کمیٹی) نے شائع کیا ہے، میں بیان ہے کہ بیع مرابحہ میں آرڈر دینے والے کو سامان کے دام اور اس میں مخصوص منافع بھی دونوں فریقین کو بیع کے لین دین پر دستخط کرتے وقت معلوم ہونا ضروری ہے اور یہ جائز نہیں کہ دام یا منافع نامعلوم حالات کی وجہ سے متردد ہو یا مستقبل میں اس کا دوبارہ تعین کیا جا سکے۔

اس طرح یہ بھی بیان کیا گیا ہے کہ: بینک سامان (محلِ عقد) کو حقیقۃً خریدے گا جس پر شرعی آثار مرتب ہو جائیں، جیسے سامان کا بینک کی ملکیت میں داخل ہو جانا... اور ادارے کیلئے یہ حرام ہے کہ وہ سامان کی ملکیت حاصل کرنے سے قبل اس کو مرابحہ کے ساتھ فروخت کرے چنانچہ بائعِ اول کے ساتھ سامان (جس پر مرابحہ کیا جا رہا ہے) کی خریداری کیلئے لین دین کرنے اور اس کو ہاتھ میں لینے یا اس پر استعمال کی قدرت پا کر حقیقتاً قبضہ کر لینے سے پہلے عمیل (ایجنٹ) کے ساتھ مرابحہ کی لین دین کی دستخط کرنا صحیح نہیں۔

امام شافعی نے کتاب الاُمّ میں ذکر کیا ہے(3/33)... وإذا رأى الرجل السلعة فقال: اشترِ هذه وأربحك فيها كذا، فاشتراها الرجل، فالشراء جائز، والذي قال: أربحك فيها بالخيار، إن شاء أحدث فيها بيعاً وإن شاء تركه، وهكذا إن قال: اشترِ لي متاعاً وأنا أربحك فيه، -فكل هذه سواء-، يجوز البيع الأول، ويكون هذا فيما أعطى من نفسه بالخيار، -وسواء هذا ما وصفت- إن كان قال: ابتعه وأشتريه منك بنقد أو دين، يجوز البيع الأول ويكونان بالخيار في البيع الآخر، فإن حدَّدَاه جاز، وإن تبايعا به على أن ألزما أنفسهما الأمر الأول- أي قبل التملك- فهذا مفسوخ من قبل شيئين: أحدهما: تبايعاه قبل أن يملكه البائع، والثاني: أنه على مخاطرة أنك إن اشتريته على كذا وأربحك فيها"جب ایک آدمی سامان کو دیکھ کر یہ کہے کہ اس سامان کو خرید لو اور میں آپ سے اتنے پر مرابحہ کے ساتھ لونگا پھر وہ دوسرا آدمی اس کو خرید لے تو یہ جائز ہے اور وہ آدمی جو یہ کہے کہ اس میں آپ سے اختیاری مرابحہ کروں گا وہ چاہے تو اس کی نئی بیع کرے چاہے تو چھوڑ دے۔ اس طرح اگر کہے کہ میرے لئے سامان خرید لو، میں پھر آپ کے ساتھ اس میں مرابحہ کرونگا یہ سب ایک جیسے ہیں اور ابتدائی بیع صحیح ہے، آگے اپنی طرف سے نفع دینے میں (یعنی اس کو خریدنے میں) یہ بااختیار ہو گا۔ اس طرح اگر کہے کہ اس کو خرید لو اور میں آپ سے نقد یا ادھار پر خرید لونگا تو (جس کو حکم کیا گیا) اس کا سامان کو خرید لینا صحیح ہے اور دوسری بیع میں دونوں بااختیار ہونگے (چاہے کریں یا نہ کریں)۔ سو اگر انہوں نے (بعد میں) نقد یا ادھار کے ساتھ بیع طے کرلی، تو یہ جائز ہو گا۔ ہاں اگر انہوں نے اس طرح لین دین کی کہ دونوں نے اپنے اوپر پہلا آرڈر لازم کرلیا یعنی مالک ہونے سے پہلے تو یہ بیع ختم کی جائے گی (یعنی نافذ نہیں کی جائے گی) اور اس کی دو وجہتیں ہیں: ایک تو یہ کہ: ان دونوں نے بائع کی ملکیت موجود ہونے سے پہلے اس پر لین دین کی۔ دوسرا یہ کہ: اس میں یہ خطرہ لاحق ہے کہ اگر تو اس نے اتنی قیمت کے ساتھ خریدا اور میں نے آپ کے ساتھ مرابحہ کیا۔ یعنی اس میں یہ ممکن ہے کہ وہ اس کو خرید لے یا اس کو چھوڑ دے، اس میں بائع کیلئے خطرہ ہے"۔

اس طرح شیخ ابن باز کا فتویٰ آیا ہے جس میں وہ کہتے ہیں ...جب اسلامی بینک کا عمیل (ایجنٹ) کسی مخصوص قیمت پر سامان کی خریداری کرنا چاہے اور وہ بینک کے پاس جاکر اس کی تفصیل بیان کرے، وہ بینک کے ساتھ اس سامان کی خریداری کا مرابحہ کے ساتھ ایک سال تک مثلاً ایک سو ریال کے منافع کے ساتھ وعدہ کرے اور یہ تب ہو جب بینک اس کو مالکِ سامان سے خرید لے اور ایجنٹ پر تحریری یا مذکورہ وعدے کی

تنفیذ (عملدرآمد) لازم نہ ہو تو یہ جائز ہو گا... یہی ابن عثیمین کی رائے بھی ہے انھوں نے بھی (دوسری) بیع کو لازم کرنے والی کسی بھی شرط کو باطل قرار دیا ہے۔

شرعی شرائط میں سے یہ بھی ہے کہ سامان بیچنے والے کے قبضے میں ہو یا اسے اس کے بارے میں علم ہو کہ وہ اس کو دیکھ رہا ہو اور اس کو اس طور پر متعین کر سکتا ہو کہ مثلاً پیمانے کے ذریعے ناپی جانے والی، گنتی کی جانے والی یا تولے جانے والی چیز میں ابہام نہ رہے...۔ موسوعہ فقہیہ کویت (۱۳۲۹) میں آیا ہے: "مالکیہ، شافعیہ اور حنابلہ کا مذہب یہ ہے کہ کسی بھی چیز کا قبضہ اس کو روک لینے کو کہتے ہیں، اگر وہ مکیل (ناپی جانے والی)، موزون (تولی جانے والی) یا معدود (گنتی کی جانے والی) یا کاشت شدہ شے ہو تو اس کو تولنے، وزن کرنے یا لین دین سے اس پر قبضہ کرے گا۔

یہ وہ بعض معاملات ہیں جو خرید و فروخت کے ذریعے کئے جاتے ہیں، جہاں تک ان معاملات کا تعلق ہے جو براہ راست یا بالواسطہ بینک کے ذریعے قرضہ دینے سے متعلق ہیں، اس میں سود داخل ہو جاتا ہے۔ ربا میں سے وہ امور بھی ہیں جو بینک یا قرض فراہم کرنے والی کمیٹی کی طرف سے ادھار کی سروس فراہم کرنے کی اجرت کے نام سے ذکر کئے جاتے ہیں تو اس قسم کے ناموں کا کوئی شرعی اصل نہیں اس میں یہ ممکن ہے کہ جب قرض پر مثلاً 2٪ یا 3٪ کی نسبت سے معین منافع لگایا جائے گا تو ہزاروں دینار تک پہنچ جائیں یا جیسا کہ بینک چاہے قرضہ کی فراہمی کیلئے کوئی بھی قانون وضع کرے۔

ایک اور چیز بھی ہے جو یہ اسلامی بینک کرتے ہیں جسے قرضے کے خطرات کی گارنٹی کہا جاتا ہے۔ یہ بھی ایک جدید نام ہے جس کا فقہ اسلامی میں کوئی وجود نہیں کیونکہ قرض کو کسی تیسرے شخص کے ہاتھ بھی فروخت کیا جا سکتا ہے یا اس کو حوالہ کیا جا سکتا ہے۔ ضمانِ مخاطرہ کا معاملہ شرعی لحاظ سے بالکل باطل ہے اور یہ جائز نہیں، اس میں ایک تو لا عملی ہے اور دوسرے اس میں اصل رقم پر نادیدہ طریقے سے ربا داخل ہوتا ہے۔

جہاں تک ان کمپنیوں کی بات ہے جسے اسلامی بینک اپنے مقروض شئیر ہولڈرز کو یا دوسری کمپنیوں کو ساتھ ملا کر چلاتا ہے تو یہ بھی باطل ہیں جائز نہیں کیونکہ بینک اکثر کمپنیوں میں یہ شرط لگاتا ہے کہ اس میں سے سرمایہ نکالا جائے گا یعنی بینک کمپنی میں سے اپنے شیئرز کی قیمت کے برابر ایک محدود مدت میں نکال لے گا، اس کو شرکت متناقصہ کہتے ہیں۔ یہ شرعی کمپنی کی مفہوم میں جائز نہیں کیونکہ شرکت (کمپنی) کی لین دین تو شروع ہی میں مال کے ایک مخصوص اور معلوم مقدار پر مکمل ہوئی ہے اور جب مال میں اضافہ ہو جائے تو اس کو

کمپنی کے اصل سرمایہ کے ساتھ شامل کیا جائے گا اور کمپنی کے تصفیہ (خاتمہ) کے وقت اس اضافی رقم کو منافع میں سے سمجھا جائے گا اور جب پارٹنرز میں سے کوئی ایک پارٹنر اپنے سرمایہ کے کچھ حصے کو لے گا تو یہ کمپنی کے پہلے عقد (لین دین) کے مخالف ہے اس کیلئے نئے سرمایہ کے ساتھ ایک نئے عقد کی ضرورت ہو گی۔ نیز یہ شرعی کمپنی میں نفع و نقصان کے تصور کے بھی خلاف ہے، کیونکہ کمپنی کو اگر سرکل کے آخر میں خسارہ ہو جاتا ہے تو سرمائے والے کا کوئی نقصان نہیں ہوتا کیونکہ اس نے تو اپنا سرمایہ کمپنی کے منافع میں سے نکالا ہوتا ہے جبکہ نقصان محنت کرنے والے کے حصے میں آئے گا کہ اس کی محنت ضائع ہو جائے گی۔

اسلامی بینک دوسری متعدد سرمایہ کار کمپنیوں کے ساتھ مخصوص منافع یعنی ایک متعین نسبت کے ساتھ پارٹنرشپ کر لیتے ہیں۔ یہ بھی نفع و نقصان میں درست شرکت کے خلاف ہے جیسا کہ وہ ملکی اور غیر ملکی متعدد مشترکہ سرمایہ کار کمپنیوں میں بھی شئیر لیتے ہیں اور بغیر فوری قبضہ کے کرنسی ایکس چینج اور غیر موجود یعنی موہوم یا برائے نام سامان کی خرید و فروخت کی کیسز میں Stock Exchanges سے معاملہ کرتے ہیں۔

یہ بینک مختلف بیمہ جات (انشورنسز) کے حوالے سے بھی متعدد معاملات کرتے ہیں، خواہ یہ لائف انشورنس ہو یا پراپرٹی انشورنس یا ان جیسی دوسرے حرام انشورنس کی اقسام۔

درحقیقت اسلامی بینک کے لین دین مختلف اور متعدد ہیں یہاں تمام اقسام کو احاطہ تحریر میں لانا مشکل ہے، اس لئے ہم نے ان کے داخلی معاملات کے چند نمونے پیش کرنے کو کافی سمجھا۔

جہاں تک بینک کے بیرونی معاملات کا تعلق ہے: یعنی بینک کا کمپنیوں اور سٹاک ایکس چینج جیسے دوسرے اداروں کے ساتھ معاملات، تو ان کی جستجو کرنے والے کو ان معاملات اور دوسرے سودی کہلائے جانے والے بینکوں کے معاملات میں کچھ زیادہ فرق دکھائی نہیں دیتا۔ یہ اسلامی بینک بھی اپنے اثاثوں کو مرکزی بینکوں میں رکھتے ہیں اور انہی بینکوں کے ذریعے متعدد سرمایہ کاری کے عمل کرتے ہیں۔ ایسے فتاویٰ حاصل کئے گئے جو سرمایہ کار بینکوں کے راستے ان کو ملنے والے اموال کے متعلق ہیں اور وہ یہ کہ ان اموال کو خیراتی کاموں میں لگایا جائے، ان سے بینک یا اس کے کسٹمر براہ راست فائدہ حاصل نہیں کر سکتے۔ اسی طرح اسلامی بینک بھی اسٹاک ایکس چینج کے ساتھ بنا کسی قسم کے احتیاط یا پرہیز کے کئی قسم کی خرید و فروخت کے معاملات برتتے ہیں۔ چنانچہ سٹاک ایکس چینج کے ذریعے غائبانہ طور پر نقدی (کرنسی) بیچتے ہیں یعنی نقد اور ادھار کے طریقے سے۔ اسی طرح فرضی سامان کی خرید و فروخت کرتے ہیں جیسا کہ ہم نے ذکر کیا۔

نیز Stock Exchanges میں سرمایہ کاری کیلئے پیسے رکھواتے ہیں جن کے بارے میں کچھ پتہ نہیں ہوتا کہ اس میں کس قسم کی سرمایہ کاری کی جاتی ہے۔ بارہا اس کو شراب، خنزیر یا محارب فعلی ممالک کیلئے اسلحہ کی خریداری وغیرہ جیسے حرام معاملات میں استعمال کیا جاتا ہے۔ یہ بینک ان سرمایوں پر بعینہ سودی طریقے سے متعین نفع لیتے ہیں۔

یہ کہا جاسکتا ہے کہ یہ بینک ایسے جوائنٹ کمپنیوں سے عبارت ہیں، جن کا مطمع نظر نفع ہے نہ کہ لوگوں کو سودی اور حرام کاروبار سے بچالینا۔ اور ان منافع خور اداروں اور ان کے معاملات پر پردہ ڈالنے کیلئے جو فتوے حاصل کئے گئے تو وہ ایسے فتوے ہیں جو کمپنیوں اور اس کے طریقہ تاسیس اور شراکت کے معاملات کی اصل کیلئے شرعی احکامات کی درست سمجھ کے خلاف ہیں۔ اس کا پتہ خرید و فروخت کی حقیقت کی سمجھ اور اس کے شرائط اور انشورنس اور اس کے اقسام سے لگایا جاسکتا ہے۔ اسی طرح سٹاک ایکس چینج اور سرمایہ کار کمپنیوں کے لین دین سے جن کی مختلف اصطلاحات ہوتی ہیں۔ نیز قرضہ کی فراہمی کے سلسلے میں یا ضرورت کے بہانے دیگر سودی اداروں کو قرض کی گارنٹی یا حاجت کو ضرورت بنالینے وغیرہ جیسی عبارات و اصطلاحات جن کا شرع میں کوئی اعتبار نہیں۔

جن فقہی اصطلاحات کو انہوں نے اسلام کا لباس پہنایا جبکہ یہ اصطلاحات اس لباس سے بیزار ہیں جیسے بیع مرابحہ اور بیع مرابحہ للآمر بالشراء اور شرکت متناقصہ اور قرض کی گارنٹی وغیرہ، یہ ساری اصطلاحات و عبارات اپنی اجمال اور تفصیل میں اسلام کے مخالف ہیں۔ اسلامی فقہ میں اس موجودہ شکل کے ساتھ ان کی کوئی گنجائش نہیں جو اسلامی بینکوں میں رائج ہیں۔ یہ صرف اور صرف الفاظ ہیں جو حرام کاموں کو اسلامی لباس پہنانے کیلئے استعمال کئے جاتے ہیں تاکہ متقی اور پرہیز گار مسلمانوں کی نظروں میں جو حرام سے اپنے آپ کو بچاتے ہیں ان معاملات کو قابل قبول بنایا جاسکے۔

اب ہم آخر میں متعدد معاصر علماء کے وہ فتاویٰ ذکر کرتے ہیں جو ان بینکوں اور ان کے لین دین کو حرام کرتے ہیں۔

ان فتاویٰ میں سے چند یہ ہیں:

مجمع الفقہ الاسلامی کراچی پاکستان کا فتویٰ: بیشک منی چینجنگ، اسلامی بینکاری اپنی موجودہ حالت میں شریعت کے مخالف اور حرام ہے۔ اور یہ بینکاری دوسرے بینکوں سے چنداں مختلف نہیں۔ان کے ساتھ لین دین شرعاًناجائز ہے۔

شیخ عبدالرحمٰن عدنی کہتے ہیں: اصل میں ایسے بینکوں کا قیام جو سود اور سودی قرضوں سے پرہیز کرتے ہیں، اچھی بات ہے لیکن حقیقت یہ ہے کہ موجودہ صورتحال میں اسلامی بینکوں نے مسلمانوں کے ساتھ کئے گئے وعدوں کو پورا نہیں کیا بلکہ یہ بینک فاسد اور حرام معاملات میں پڑ گئے۔ آج ان اسلامی بینکوں کی اکثریتی لین دین نام نہاد بیع مرابحہ کے گرد گھومتی ہیں حالانکہ حق یہ ہے کہ یہ کھلم کھلا سودی بینکوں سے زیادہ خطرناک ہیں کیونکہ انسان جب ان سودی بینکوں کے ساتھ لین دین میں داخل ہو جاتا ہے تو اسے یقینی پتہ ہوتا ہے اور یہ احساس ہوتا ہے کہ میں اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی کر رہا ہوں جبکہ ان نام نہاد اسلامی بینکوں کے ساتھ لین دین کرنے والا تو خوش ہو کر ان بینکوں کے ساتھ معاملات کرتا ہے اور یہ سوچتا ہے کہ ان بینکوں میں سرمایہ دیکر اللہ کا قرب حاصل ہو گا حالانکہ وہ رِبا، حرام اور فاسد معاملات کر رہا ہوتا ہے اور سمجھتا یہ ہے کہ میں ایک اچھا کام کر رہا ہوں۔

اسی طرح علامہ ناصر الدین البانی نے ذکر کیا ہے: اسلام کے علمبر دار بینکوں اور برطانوی بینک یا امریکی بینک کے درمیان مطلقاً کوئی فرق نہیں کیونکہ ان کا نظام ایک ہے۔ مگر افسوس کہ جو بینک اسلامی بینک ہونے کا اعلان کرتا ہے یہ برطانیہ اور امریکہ کے بینکوں سے زیادہ خطرناک ہیں کیونکہ یہ بینک اسلام کے پردے میں اپنے آپ کو چھپاتے ہیں چنانچہ ان کا کردار یہود کی طرح ہے جن کی پیروی کرنے سے ہمیں کتاب و سنت میں ڈرایا گیا ہے۔

فتاویٰ البانی میں لکھا ہے: "یہ بدیہی بات ہے کہ کسی مسلمان کیلئے یہ جائز نہیں کہ سودی لین دین کرنے والے بینکوں کے ساتھ لین دین کرے پھر اس کی حرمت کی دلائل کا ذکر کیا ہے اور یہ کہا ہے کہ: سوال کے آخر میں جو آیا ہے کہ کیا انٹرسٹ لئے بغیر اسلامی بینک میں امانۃً مال رکھنا (deposits) جائز ہے؟ شیخ کہتے ہیں کہ استغفر اللہ میں تو اس کو منافع کہنا نہیں چاہتا کیونکہ یہ بات آپ ﷺ کے اس ارشاد کے تحت داخل ہو گی جس میں آپ ﷺ نے فرمایا کہ **ليكونن في أمتي أقوام يشربون الخمر يسمونها بغير اسمها** "میری امت میں کچھ لوگ ایسے ہوں گے جو شراب پئیں گے اور اس کا نام دوسرا رکھیں گے،

یہ اشارہ ہے اللہ کے احکامات میں حیلہ سازی کی طرف، کہ ان حرام چیزوں کو ایک اور نام کے دیکر جائز سمجھیں گے۔"

جہاں تک شیخ عثیمین کی بات ہے، ان کی مجموعہ فتاویٰ اور مختلف مقالات میں جس کی جمع وترتیب محمد بن سعید الشویعر نے کی ہے، آیا ہے۔ (-کتاب البیوع- سوال: اس بارے میں شریعت کا حکم کیا ہے کہ ملکی بینک سے قسطوں پر گاڑی لی جائے، یہ جانتے ہوئے کہ گاڑی بینک کی ملکیت میں نہیں ہے، پھر میں بینک اس کی قیمت دے کر کمپنی سے خرید لیتا ہے پھر خریدنے والے کو آسان اقساط پر بیچ دیتا ہے، ملحوظ رہے کہ مجھے قسطوں پر گاڑی لینے کی شدید ضرورت بھی ہے تو کیا یہ سود کے تحت داخل ہو گا۔؟

شیخ عثیمین کا جواب: جی ہاں یہ حرام ہے، یہ قسطیں حرام ہیں، یعنی مثلاً ایک شخص تاجر (بینک وغیرہ) کے پاس آکر کہتا ہے کہ مجھے اس قسم کی گاڑی کی ضرورت ہے، بینک اسے کہتا ہے کہ آپ شوروم میں جائیں اور مطلوبہ گاڑی کو دیکھ آئیں۔ وہ آکر یہ کہتا ہے کہ مجھے فلاں گاڑی پسند ہے۔ پھر (تاجر یا بینک) شوروم جاتا ہے اور اس گاڑی کو پچاس ہزار نقد قیمت پر اپنے لئے خرید لیتا ہے۔ اس کے بعد پہلے شخص کو جس نے گاڑی طلب کی ہے، قسطوں پر ساٹھ ہزار پر بیچ دیتا ہے یہ حرام ہے حلال نہیں، اور یہ کھلم کھلا سود کے لئے حیلہ سازی ہے کیونکہ بینک نے تو اس کیلئے خریدا اور اس کو اب جو فروخت کر دیا ہے گویا اس کی قیمت کو کچھ اضافے کے ساتھ اسے قرض پر دیا ہے اور یہ حرام ہے، یہ صرف ظاہراً لین دین ہے اگر یہ شخص گاڑی نا مانگتا تو بینک اس کو نہ خرید لیتا، اس لئے اس سے پرہیز لازم ہے، اگرچہ بعض لوگ اس کے جواز کا فتویٰ دیتے ہیں لیکن انہوں نے مسئلے کو غور سے نہیں دیکھا ورنہ اسے پتہ چل جاتا کہ یہ ایک واضح حیلہ ہے اور یہ یہود کے حیلے سے بھی گھناؤنا حیلہ ہے کہ جب ان پر اللہ نے چربی کو حرام کیا تو انہوں نے اس کو پگھلایا اور پھر وہ گھی جیسا بن گیا، پھر اس کو بیچ کر اس کی قیمت استعمال کرتے تھے۔ آپ ﷺ نے ان کو بد دعا دی کہ اللہ ان کو غارت کر دے۔

اسی کتاب میں ایک اور سوال کا جواب دیتے ہوئے عثیمین فرماتے ہیں، سوال: ایک کمپنی اثاثوں اور عمارتی سامان کو خرید کر دیتی ہے، چنانچہ گاہک کمپنی کے پاس جاتا ہے وہ مطلوبہ سامان یا بلڈنگ میٹریل کی تفصیل بتاتا ہے، گاہک پہلی قسط خود ادا کرتا ہے جیسا کہ گاڑیوں کی قسطیں ہوتی ہیں، باقی بعد میں ادا کی جانے والی رقم کمپنی کو 10٪ کی نسبت سے ماہانہ قسطوں کے طریقے سے ادا کی جاتی ہے۔ کمپنی گاہک کو سامان اٹھا کر لے جانے کا حکم دیتی ہے اور وہ جا کر خود سامان اٹھا کر لے لیتا ہے بقیہ قسطیں کمپنی ادا کرتی ہے، تو اس کا حکم کیا ہے؟

جواب: اس کمپنی کیلئے یہ جائز نہیں کہ وہ اثاثہ جات وغیرہ کو فروخت کرے البتہ جب بیع مکمل ہو جائے اور سامان اپنے قبضے میں لے کر اس کو بیچنے والے کی ملکیت سے کسی اور جگہ منتقل کرے تب جائز ہے۔ کمپنی کو اس سے پہلے بیعانہ دینا جائز نہیں اور نہ ہی کمپنی کسی شے کو اپنے قبضہ میں لینے اور اس کو بیچنے والے کی جگہ سے دوسری جگہ منتقل کرنے سے پہلے اس کو فروخت کر سکتی ہے، اور اللہ ہی توفیق دیتا ہے۔

علامہ ابن باز کی فتاویٰ میں (سوال نمبر: 9) میں آیا ہے کہ: آپ حضرات کی رائے میں وہ کیا ضوابط ہیں جو قسطوں کے ذریعے لین دین کے دونوں فریقین (بائع اور مشتری) کے حقوق کی حفاظت کرتے ہیں جس کی بنیاد پر معاشرتی حقوق، نظام اور سلامتی حاصل کی جاسکتی ہے۔ (یہ سوال ابن باز کی طرف سے اس جوابی خط میں آیا ہے جو شیخ نے الجزیرہ میگزین کے ایڈیٹر کو ارسال کیا تھا اس میں تین سوالات کا جواب دیا ہے، آئندہ جواب ان میں سے ایک سوال کا ہے۔)

جواب: متعین مدت کیلئے بیع جائز ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ کا یہ قول عام ہے **تَدَايَنْتُم بِدَيْنٍ إِلَىٰ أَجَلٍ مُّسَمًّى فَاكْتُبُوهُ** "اے ایمان والو! جب تم آپس میں ایک دوسرے سے میعاد مقرر پر قرض کا معاملہ کرو تو اسے لکھ لیا کرو" (البقرۃ: 182)۔ اور وقت کے بالمقابل قیمت میں اضافے سے کوئی مانع نہیں چنانچہ اس کے جواز پر وہ حدیث دلالت کرتی ہے جو رسول اللہ سے ثابت ہے کہ آپ ﷺ نے عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما کو لشکر تیار کرنے کا حکم کیا تو وہ دو اونٹ کے بدلے ایک اونٹ خریدنے لگا جسے وہ بعد میں دیگا۔ اور اس معاملہ میں شرعی تقاضوں کو جاننا ضروری ہے تاکہ لین دین کرنے والے حرام معاملات میں نہ پڑیں کیونکہ کچھ لوگ ایسی چیز کو فروخت کر دیتے ہیں جس کی ملکیت نہیں رکھتے۔ وہ فروخت کرنے کے بعد سامان کو خرید لیتے ہیں اور پھر خریدنے والے کو دیدیتے ہیں۔ کچھ لوگ ایسے ہوتے ہیں کہ جب سامان کو خرید لیتے ہیں تو سامان بائع کی جگہ میں ہوتے ہوئے اس کو فروخت کر دیتے ہیں یعنی اس پر اس نے شرعی طور پر معتبر قبضہ نہیں کیا ہوتا ہے جبکہ یہ دونوں امر ناجائز ہیں۔ اس کی دلیل نبی ﷺ کی حدیث ہے کہ آپ ﷺ نے حکیم بن حزام سے کہا **لَا تَبِعْ مَا لَيْسَ عِنْدَكَ** "جو چیز تیرے پاس موجود نہیں اس کو مت بیچو" اس کو احمد، ترمذی اور ابن ماجہ نے روایت کیا ہے۔ آپ ﷺ نے یہ بھی فرمایا کہ **(لايَحِلُّ بيع ولاسَلَف ولايَحِلُّ بيعُ مَالَيسَ عِندَکَ)** "بیع اور شرط لگانا حلال نہیں اور نہ ہی اس چیز کو فروخت کرنا جو تیرے پاس نہیں" اس کو احمد، ترمذی اور نسائی نے روایت کیا ہے۔ اور آپ ﷺ نے یہ بھی فرمایا کہ **مَنْ اشْتَرَى**

طَعَامًا فَلَا يَبِعْهُ حَتَّى يَسْتَوْفِيَهُ"جو شخص کھانے کی کوئی چیز خریدے تو اس کو قبضے میں لینے سے پہلے فروخت نہ کرے"۔ ابنِ عمرؓ فرماتے ہیں کہ **كنا نشتري الطعام جزافاً، فيبعث إلينا رسول الله صلى الله عليه وسلم من ينهانا أن نبيعه حتى ننقله إلى رحالنا**"ہم کھانے کو بغیر تول کے خریدتے، پھر رسول اللہ ﷺ نے ہماری طرف آدمی بھیجا جس نے ہمیں اس کو فروخت کرنے سے روکا یہاں تک کہ ہم اس کو اپنے قبضے میں نہ لے لیں"۔ اس کو مسلم نے روایت کیا۔ آپ ﷺ سے یہ بھی ثابت ہے کہ آپ ﷺ نے اس بات سے منع کیا کہ ,أنه **نَهَى أَنْ تُبَاعَ السِّلَعُ حَيْثُ تُبْتَاعُ حَتَّى يَحُوزَهَا التُّجَّارُ إِلَى رِحَالِهِمْ** سامان کو اسی جگہ فروخت کیا جائے جہاں سے وہ خریدا گیا ہو البتہ جب تاجر اس کو اپنے گھر لے جائیں (تو ممنوع نہ ہو گا) اس کو ابو داؤد نے روایت کیا۔

حق کے متلاشی کیلئے ان احادیث سے یہ بات روز روشن کی طرح عیاں ہو جاتی ہے کہ مسلمان کیلئے ایسے سامان کو فروخت کرنا جائز نہیں جو اس کی ملکیت میں نہ ہو کہ وہ فروخت پہلے کرے اور خریدے بعد میں۔ بلکہ واجب ہے کہ اس کو خرید لینے اور اسکو قبضہ کر لینے کے بعد فروخت کرے۔ یہ بھی واضح ہو جاتا ہے کہ کئی لوگ جو بائع کی جگہ سے سامان کو منتقل کر لینے سے پہلے اس کو بیچتے ہیں جائز نہیں کیونکہ اس میں سنت رسول اللہ ﷺ کی مخالفت ہے اور اس قسم کے رویے کی وجہ سے معاملات کھیل تماشہ بن جاتے ہیں نیز یہ کہ اس میں شریعت مطہرہ کی پابندی نہیں ہوتی۔

حقیقت یہ ہے کہ شیخ ابن باز اور شیخ عثیمین، جنہیں حجاز کے بڑے علماء میں شمار کیا جاتا ہے، نے جو شروط لگائے ہیں یہ شروط آج کے اسلامی بینکوں میں نہیں پائے جاتے ان بینکوں کے معاملات ان کے فتویٰ کی روشنی میں جائز نہیں بلکہ باطل ہیں۔

بحث کے آخر میں ہم کہتے ہیں کہ: مسلمانوں کے مالی امور سرانجام دینے کے لیے ان اداروں اور کمیٹیوں کیلئے یہ ضروری ہے کہ وہ شرعی پہلوؤں کو مد نظر رکھیں۔ سب سے پہلے وہ ان اموال کی امین ہوں اور یہ کہ ان اموال کی سرمایہ کاری میں جائز شرعی طریقوں کو استعمال میں لانے کیلئے وکیل کی حیثیت سے کام کریں اور جس کا نفع ان اموال کے مالکوں اور معاشرے کو عمومی انداز میں ملے۔ تب یہ جائز ہو گا کہ کچھ اشخاص مل کر ایک ایسا ادارہ تشکیل دیں جو لوگوں کے اموال کو امانت رکھوانے اور اس کو مباح جگہوں میں لگانے کیلئے وکیل

کا کردار ادا کرے، مثلاً شرعی احکامات کے مطابق کمپنی قائم کی جائے یا ایڈوائزنگ یا ان خدماتی اداروں میں اموال کی بطور امانت حفاظت کرنے وغیرہ جیسے دیگر شرعی سرمایہ کاری کے لئے ادارے قائم کئے جائیں۔ چنانچہ وہ سودی بینکوں کے ساتھ لین دین نہ کریں اور سرمایہ دارانہ کمپنیوں کے طریقے پر نہ چلیں، نہ خرید فروخت اور قرضہ دینے کے کسی حرام کام کو سرانجام دیں۔ اور یہ ادارے سرمایہ کار سے ایک متعین اجرت کا مطالبہ کریں جس پر دونوں فریقین ایڈوائزنگ یا سرمایہ کو شرعی طریقوں سے استعمال کرنے کے بدلے میں متفق ہوجائیں۔ اس کیلئے نفع ونقصان کے ساتھ کسی قسم کا تعلق جائز نہیں البتہ جب اس ادارے کے کچھ اراکین یا ادارہ خود اس میں بطور ایک مضارب وغیرہ کے شریک ہوجائے جو شرعی شرکت کی شرائط کے مطابق ہو (تب نفع ونقصان میں شریک ہوسکتا ہے)

یہاں اہم بات یہ ہے کہ ان کمیٹیوں کو تشکیل دینے کا طریقہ شرعی ہو جو سرمایہ دارانہ کمپنیوں کے طریقوں سے کوسوں دور ہوں اور مال کی سرمایہ کاری میں شرعی طریقے پر چلیں نیز حرام اداروں کے ساتھ معاملات کا دروازہ نہ کھولیں جیسے بینک اور سٹاک ایکس چینج وغیرہ۔

درحقیقت اس قسم کے امور اپنی طبعی شکل میں مکمل شرعی نظام اور اسلام کے ساتھ حکومت کرنے والی ریاست میں ہی موجود ہوں گے جو تمام مالی معاملات اور اداروں کو شرعی احکامات کے تابع بنادے گی۔ یہ شرعی نظام لوگوں کے اموال کیلئے حیلہ سازی اور ان کو چوری کرنے پر پابندی لگائے گا، یہ نہیں کہ لوگوں حرام میں پڑے ہوئے ہوں اور ان کو کچھ پتہ بھی نہ چلے۔ ان کو اس حوالے سے لاعلمی اور گمراہی میں رکھا جائے، ان کو یہ دھوکہ دیا جائے کہ جو کام یہ ادارے کرتے ہیں یہ شریعت کے عین مطابق ہیں شریعت کے مخالف نہیں۔

اسی سے مسلمانوں کے اندر یہ جذبہ پیدا ہوگا کہ وہ اس ریاست کو قائم کرنے کیلئے عمل کریں جو ان کی زندگیوں اور ان کے امور کو اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی مرضی کے مطابق چلائے گی، ہم اللہ تعالیٰ سے دعا کرتے ہیں کہ وہ امت مسلمہ کو اس اسلامی ریاست کے سائے میں عزت دے جو پرچم اسلام کو بلند کرے گی اور مسلمانوں کے تمام امور اور معاملات کو دین اسلام کے مطابق چلائے گی۔ آمین یارب العالمین، والحمد للہ رب العالمین۔